دل کی بات صبیح ہمدانی

ہماری ترقی

یادش بخیر ابھی زیادہ دن نہیں گزرے کہ ہمارے ہاں صرف ایک طبقہ ہی ترقی پسند کہلاتا تھا۔ جبکہ باقی معاشرہ ترقی کے علاوہ دیگر اعلیٰ انسانی اقدار کے حصول کو زیادہ اہم سمجھتا تھا۔ مرورِ ایام نے یہ حال دکھایا کہ پورا معاشرہ ترقی خواہ و ترقی پرست ہو چکا ہے۔ جبکہ ماورائے ترقی (دنیوی و مادی ترقی سے ہٹ کر) کسی بھی عملی و اخلاقی تصور پر یقین رکھنے والا اب از کار رفتہ، رجعت پسند اور بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔ کیا ادیب و شاعر، کیا اہلِ فکر و دانش ور، کیا افراد کیا ادارے.... سب خیر سے اسی چوکھٹ کے پناہ گیر ہوئے۔ کہ معجزاتِ ترقی نے سب کو اس نئے عقیدے پر ایمان لانے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہمارے سب سے بڑے تعلیمی ''دینی'' ادارے، وفاق المدارس العربیہ کی جہدِ عمل کا محور سرِ دست یہ ہے کہ طلبہ و طالبات کو سرکار کی عطا سے گود میں رکھے جا سکنے والے کمپیوٹر (لیپ ٹاپ) دلوائے جائیں اور خاص طور پر طالبات کے لیے سرکاری نوکری کا حصول ممکن بنایا جائے۔ سلیم احمد نے کہا تھا:

مشرق کیا تھا؟
جسم سے اوپر اُٹھنے کی ایک خواہش تھی
شہوت اور جبلت کی تاریکی میں دیا جلانے کی ایک کوشش تھی
میں سوچ رہا ہوں سورج مشرق سے نکلا تھا
(مشرق سے جانے کتنے سورج نکلے تھے)
لیکن مغرب ہر سورج کو نگل گیا ہے

میں سوچ رہا ہوں کیا مجھے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اُس فتوے کا تذکرہ کرنا چاہیے جس میں گراموفون میں قرآن مجید کی تلاوت سننے کو بھی حرام قرار دیا گیا تھا؟ یا دارالعلوم دیو بند کی اساس کے وہ آٹھ اصول، جن میں علمِ دین کی دنیا سے استغنا و بیزاری کی حیثیت کو بار بار دہرایا گیا تھا، دارالعلوم کے وہ مہتممین اور شیوخ جو کسی سرکار سے وابستہ ہو جانے والے اپنے تلامذہ سے براءت و افسردگی کا اظہار کرتے تھے، قرآن مجید کی وہ آیت جس میں امہات المؤمنین کو بھی گھر سے نہ نکلنے کی تاکید کی گئی تھی، یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ ارشادِ گرامی جس میں عورتوں کے مسجد میں نماز نہ پڑھنے کا حکم تھا... امام غزالی تو خیر آؤٹ ڈیٹ ہو ہی چکے مجھ سے تو صرف پندرہ سترہ برس پرانی اپنی ارشاد الصرف کی کاپی بھی نہیں کھولی جاتی کیونکہ اُس کے پہلے صفحے پر ایک حلف نامہ میری اپنی لکھائی میں لکھا ہوا مندرج ہے۔ استادِ گرامی

نے مدرسے میں پہلے سبق کے طور پر املا کرایا تھا، جس کی پہلی شق تھی کہ اگر اللہ نے دینی تعلیم مکمل کرنے کی توفیق بخشی تو اپنے علم کو کبھی نہیں بیچوں گا نیز کبھی سرکاری نوکری نہیں کروں گا۔

میرے خیال میں اس سب کے تذکرے کا اب کوئی جواز نہیں رہا۔ یہ سب باتیں ٹائم بارڈ، آؤٹ ڈیٹڈ، اِن ایپروپری ایٹ بلکہ (معاذ اللہ) کسی قدر غیر مہذّب، غیر اخلاقی اور قابلِ شرم ہو چکی ہیں۔ ہمیں اور آپ کو آگے بڑھنا ہے، زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دینا ہے، اقوامِ عالم کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلنا ہے (اگرچہ اس کوشش میں فی الحال اُن کے قدم کے ساتھ ہمارا سَر ملا ہوا ہے) ہمیں اور آپ کو ترقی کرنا ہے۔

لیکن مسئلہ صرف ارشاد الصرف کی کاپی کا نہیں ہے۔ بلکہ میں تو عرض کروں مسئلہ صرف دارالعلوم دیو بند، امام غزالی، ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور پوری دینی روایت کا نہیں ہے۔ سرِ دست مسئلہ یہ ہے کہ اس دنیا کی ترقی سے کیا ہمیں اسی دنیا میں بھی خالص ترقی مل سکے گی؟ دنیا کے ترقی یافتہ ترین ملک، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ماہر نفسیات (پاگلوں کا ڈاکٹر) سے علاج کرانے والوں کی تعداد اگر ۸۶ فیصد ہو جائے، جاپان میں نوجوانوں کا تناسب نقطۂ انعدام کو پہنچ جائے، یورپ میں شرح پیدائش خطرناک حد تک گر جائے، چین میں دنیا میں سب سے زیادہ خودکشیاں ہونے لگیں، (پاک چین دوستی زندہ باد) بھارت میں چند برسوں میں لاکھوں کسان خودکشی کر لیں (جن میں سے تازہ ترین چند دن پہلے دارالحکومت دہلی میں برسرِ مجمع عام، اس کے ''انقلابی'' وزیرِ اعلیٰ کے سامنے ہوئی ہے) فلپائن اور تھائی لینڈ کی طرح فحبگی ایک بڑا کاروبار بن جائے تو کیا یہ ترقی ہمیں اور آپ کو مطلوب رہے گی؟ بلکہ سوال تو یہ ہے کہ کیا کبھی ہمارے اربابِ بست و کشاد نے ان سوالات کو سوچا سنا غور بھی کیا ہے؟ اور ایک اہم سوال یہ ہے کہ اس وقت دارالعلوم دیو بند اور علی گڑھ کی فکر کے وارثوں میں حلیے کے علاوہ کیا فرق رہ گیا ہے؟ سرسید بے چارے تعلیمِ نسواں کی حد تک تو اچھے خاصے مولوی ٹائپ بندے تھے۔

اس وقت ہماری کیفیت یہ ہے کہ بائیں سے دائیں اور رومن حروف میں لکھی ہوئی ہر بات ہمیں آسمانی صحیفوں کی طرح درست اور ''حق'' نظر آتی ہے۔ خاک بدہنِ فرنگ، وہ وقت دور نہیں جب خانقاہوں میں پیرانِ میکدہ وجد آگیں لہجے میں جہّالِ غرب کے احوال و مناقب سنائیں گے اور دراز گوشانِ مغرب کے لایعنی و جہالت خیز اقوال پر حال کھیلا جائے گا۔

سوڈان کے عرب شاعر حافظ ابراہیم نے کہا تھا:

اَتوا بالمعجزاتِ تفنّناً... و یلیتکم تأتون بالکلمات

(وہ [اہلِ مغرب] اپنے فن کے معجزات لے کر آئے، وائے افسوس کہ تمھارے پاس صرف کلمات ہیں)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے مبارک اور طیّب کلمات پر قائم و دائم رکھیں اور اپنی رضا کے ساتھ فلاح و فوز کا مستحق بنا دیں۔